سوال

(220) بہا ییوں کا ایک اور سوال

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

نوٹ !علماء اسلام خصوصاً علماء اہل حدیث اس سوال کو بنظر غور سے پڑھیں ۔ اور اندازہ کریں کے آج اسلام اور قرآن مجید پر کیسے کیسے اعتراضات ہوتے ہیں ۔ پرانے زمانے کا علم کلام آج اسی طرح تقویم پارینہ ہوگیا ہے ۔ جس طرح پرانے زمانے کا فلسفہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ کا ارشاد مجھے ہر وقت یاد رہتا ہے ۔ کہ جو عالم اپنے زمانے کے اہل بدعت اور اہل الحاد کا جواب نہ دے سکے ۔ اس کو علم سے حصہ نہیں ہے ۔ موصوف اپنے زمانہ کے جید متکلم تھے ۔ جنھوں نے اپنے ہم عصر معترضین کو کافی شافی جوابات دیئے ہیں ۔ اگر آپ اس زمانہ میں زندہ ہوتے تو مقتضائے حال کے ماتحت اپنے طرز تحریر میں ضرور کچھ تبدیلی فرماتے ۔ خیر مجھے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ۔ مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ جس طرح کوئی حملہ آور اور اسلحہ جنگ میں تبدیلی کرتا ہے ۔ اسی طرح مدافعت کرنے والا بھی تبدیلی پر مجبور ہوجاتا ہے ۔ آجکل کی جنگ یورپ اس تبدیلی کا واضح نمونہ ہے ۔ اور ہمارے دعوے کا ثبوت بہر حال (یہ) سوال معترضین کے صرف مافی الضمیری کو ظاہر نہیں کرتا ۔ بلکہ مخالفت کی نوعیت بھی بتاتا ہے ۔ اس لیئے ہم اس کو بہ تمام ہی نقل کرتے ہیں ۔ جو یہ ہے ۔

1 ۔ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ میں اکمال دین سے کیا مراد ہے ۔ اصول دین کے اعتبار سے اکمال ہو یا فروع کے لحاظ سے یا دونوں پہلوؤں سے اگر فرمایئے کہ اصول دین کے لحاظ سے اکمال ہوا ہے ۔ تو ایسا کمال بہت عرصہ پہلے ہوچکا ہے ۔ (الیوم) یعنی آج کی تخصیص کیا ہے ۔ وہ آیات قرآن جو اصول دین کے متعلق ہیں ۔ آج یعنی اس آیت کے کے نزول سے کافی عرصہ پہلے نازل ہوچکی ہیں ۔

کیا یہ واقعہ نہیں ہے ۔ اصول دین کے لحاظ سے تو اکمال دین ظہور محمدی ﷺ سے بھی پہلے دیگر پیغمبروں کے زریعے ہوچکا ہے ۔ دینی اصول میں سے وہ کون سی بات ہے ۔ جو پہلے نازل ہوچکی ہو ۔ اور اب قرآن مجید میں نازل ہوئی ہو ۔ قرآن مجید میں صاف صاف ارشاد ہے ۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کوئی نئی بات نہیں لائے ۔ اصول دین میں وہی باتیں آپ سکھاتے ہیں ۔ جو پیغمبروں نے بتائی ہیں ۔ اور اگر کسی عالم کے خیال میں اصول دین کی کوئی تعلیم ایسی ہے ۔ جو قرآن مجید میں نازل ہوئی ہے ۔ وہ پہلی کتب آسمانی ہیں ۔ وہ بالکل موجود نہیں تو عنایت فرما کر ایسی تعلیم بحوالہ کلام الہیٰ پیش کرنی چاہیے ۔ لیکن ایسی تعلیم پیش کرتے وقت ان آیات قرآن کو بھی یاد رکھا جائے ھ جس میں صراحت سے یہ بیان ہے ۔ کہ رسول اکرم ﷺ کوئی نئی تعلیم نہیں لائے ۔ وہی تعلیم لائے ہیں ۔ جو پہلے پیغمبروں کے زریعے دنیا کو دی گئی ہے ۔ اور جو کچھ قرآن مجید می ہے ۔ وہی صف اول میں درج ہے ۔ اور رسول کریم ﷺ کو خدا نے حکم دیا ۔ کہ ملت ابراہیمؑ کی پیروی کیجیے ۔

2 ۔ ہ سوال تو اس پہلو سے ہے ۔ کہ اکمال دین اس اصول کے اعتبار سے تسلیم کیا جائے ۔ اب اصول چھوڑ کر صرف فروعی لحاظ سے اکمال دین مانا جائے ۔ تو اس میں دونوں خرابیاں ہیں ۔ ایک تو یہ کہ صرف فروعی لحاظ سے اکمال تسلیم کرنا اور اصولی لحاظ سے عدم اکمال ماننا ۔ یہ تو عدم اکمال کا اقرار کرنا ہے ۔ جب ایک کتاب میں اصول ہی نا مکمل ہوں ۔ تو وہ کتاب ہر گز مکمل نہیں کہلا سکتی ۔ بلکہ فروع کا مکمل ہونا تو اصول کی تکمیل پر موقوف ہے ۔ بغیر تکمیل اصول تکمیل فروع کی کوئی حقیقت ہی نہیں اور کوئی عاقل ایسا تسلیم ہی نہیں کرسکتا ۔ کہ اصول نا مکمل ہوں اور فروع مکمل ہوں لہذا اصول کو چھوڑ کر صرف فروع کی تکمیل تو آیت أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ میں مراد ہر گز نہیں ہوسکتی ۔ لہذا فروعی پہلو سے بھی اکمال دین قابل غور ہے ۔ علماء کرام مہربانی فرما کر شریعت السلام کا وہ مسئلہ معین فرمادیں جو صرف قرآن مجید میں بیان ہوا ہے ۔ اور اس سے قبل کسی شریعت میں قطعا موجود نہیں کتب سابقہ کی شریعتوں کو بھی مد نظر رکھیں ۔ اور جب یہ یقین ہوجائے کہ فلاں مسئلہ شریعت صرف قرآن مجید مں ہے ۔ دوسری کسی شریعت میں موجود نہیں ہے ۔ تو دیکھنا چاہیے کہ اس ایک یا چند فروعی مسائل کی بنا پر آج تکمیل کا اعلان کیا جارہا ہے ۔ کیا وہ چند مسائل واقعی مدار تکمیل قرار دیئے گئے ہیں ۔ ؟اور کیا انہیں پر تکمیل دین کا انحصار تھا یہ سب باتیں نہایت

دقیق نظری سے دیکھنے کے قابل ہیں۔ علماء کرام سے پوری توجہ کی درخواست کرتا ہوں۔

3۔ اب رہی یہ صورت کہ اصول وفروع دونوں کے اعتبار سے تکمیل مراد ہے۔ اس پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ اس اصول کے اعتبار سے تو مسلم ہے کہ دین ظہور محمدی سے ف پہلے ہی مکمل تھا ورنہ بتایا جائے کہ آپ ﷺ نے کون سا امر اصول دین میں بالکل نیا ظاہر فرمایا ہے۔ جو پہلے پیغمبروں اور کتابوں نے قطعا ظاہر نہ فرمایا تھا۔ اگر کوئی نئی بات اصول دین میں بالکل نہیں ہے تو پھر اس لحاظ سے آج تکمیل دین ہوئی اس کے کیا معنی ہوئے۔

فروع کے لحاظ سے دیکھا جائے و تو بھی نہایت تدبر کی ضرورت ہے۔ تاریخ ادیان اور کتب آسمانی کا مطالعہ اس بات کو روشن کرتا ہے۔ کہ اسلامی شریعت میں جو احکام نماز روزہ حج۔ ذکواۃ۔ میراث۔ نکاح۔ طلاق۔ حلال حرام ہیں۔ وہ بحثیت مجموعی ادیان سابقہ اور شرائع قبل میں موجود ہیں۔ (پیامبر دہلی۔ بابت مئی 1941ء)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

لفظ الیوم کی تشریح ہم پہلے سوال کے جواب میں کر چکے ہیں کہ اس سے مراد آج کا دن نہیں۔ بلکہ اب ہے۔ آج کے مضمون میں اکمال دین پر بحث ہوگی۔ اصل بات یہ ہے کہ معترض صاحب اپنے منصب سے غافل ہو رہے ہیں۔ ہم ان کے منصب پر ان کو اطلاع دے کر جواب پر توجہ کرتے ہیں۔ بہائی دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مجید الہامی کتاب اور وحی الہیٰ ہے۔ اور شیخ بہاء اللہ کے ظہور سے پہلے کل دنیا کے لئے یہی واجب العمل تھا۔ بہاء اللہ 1817ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور بعد بلوغت تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے دعویٰ کیا۔ تو بقول بہاییاں ان کی کتاب اقدس سے قرآن مجید منسوخ ہوگیا۔ اب ہم بہائی معترضین کو کتاب اقدس کے ظہور سے پہلے زمانہ میں لے جا کر کسی وقت مخاطب کر کے پوچھ سکتے ہیں کہ اس آیت قرآنی کا کیا مطلب ہے۔ کیونکہ اس وقت بہایت کا اثر آپ کے دماغوں پر نہیں تھا۔ پس اس وقت اس سوال کے مخاطب جیسے ہم تھے ویسے ہی بہائی بھی تھے پس ہم کہیں گے۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

بہائی دوستو! ہماری پش کردہ تصویر محض فرضی نہیں ہے بلکہ واقعی ہے۔ یہ تصویر ہم نے اس لئے دکھائی ہے۔ تاکہ اگر جواب الجواب میں ہمارے جواب کی تغلیط کریں۔ تو اس زمانہ سابق میں اپنے اعتقاد کی بھی تفصیل بتا دیں۔ کہ آپ لوگ اس وقت قرآن مجید کی اس آیت کے کیا معنی سمجھتے تھے۔ کیونکہ ع

ما و مجنوں ہم سبق بودیم وردیوان عشق

ہم اپنے سوال کو پھر دہراتے ہیں۔ تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ بہاء اللہ کی پیدائش سے پہلے قرآن مجید ہم جملہ کلمہ گویان وجن میں بہائی بھی شامل ہیں۔ کے نزدیک بطور الہامی کتاب واجب العمل تھا۔ اور اس کا ہر لفظ اس کے معنی بتانے میں صحیح تھا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا تھا۔ اس زمانہ میں ہم دونوں گروہ محمدی اور بہائی یا یوں کہیے کہ سائل اور مجیب اس آیت پر غور کرے اس کے معنی سمجھتے تھے۔ تو صحیح پاتے تھے۔ وہ صحیح معنی کیا ہیں۔؟ سائل اگر جواب الجواب پر قلم اٹھائے تو ہمارے سوال کا جواب بھی دے کیونکہ بہاؤں کا اعتراض اگر قرآن شریف پر ہو تو وہ آریوں کیطرح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آریوں نے کسی زمانے میں بھی قرآن مجید کو الہامی تسلیم نہیں کیا۔ اور بہائی شیخ بہاء اللہ کے دعوے سے پہلے تسلیم کرتے آئے ہیں۔ فاختلف۔ بہائی دوستو!

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر

اب سنئے ہمارا جواب اس بحث میں تین لوگ قابل غور ہیں۔ 1۔ الیوم۔ 2۔ اکمال۔ 3۔ دین پہلے لفظ الیوم کے معنی ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ اس سے مراد آج کا دن نہیں۔ بلکہ عہد رسالت مراد ہے۔ اسی طرح دین کے معنی بتا آئے ہیں۔ کہ اس سے مراد کل احکام متعلقہ عقائد واعمال ہیں۔ آج کے جواب میں ہملفظ اکمال پر بحث کریں گے۔ معترض نے اکمال کے جو معنی سمجھے ہیں۔ وہ غلط ہیں۔ کیونکہ اکمال کے معنی میں نسبت داخل نہیں ہے یعنی یہ بات ضروری نہیں کہ آج ہم جس چیز کی تکمیل کا دعویٰ کریں۔ اس سے پہلے اس نوعیت کی کوئی چیز تکمیل یافتہ نہ ہو۔ مثلاً لاہور کے ٹاؤن ہال میں سو کوٹھیاں 40ء سنہ)تک مکمل ہوچکی ہیں۔ 41ء سنہ میں ہم نے بھی ایک کوٹھی بنائی۔ جس میں سب سامان مہیا کیا گیا۔ مثلاً غسل خانہ۔ باورچی خانہ۔ مہمان خانہ۔ اور پانی بجلی وغیرہ۔ سب چیزوں کا انتظام کرکے مستری ہم کو اطلاع دیتا ہے۔ کہ لیجئے حضور اب کوٹھی مکمل ہوگئی۔ مستری کی اس اطلاع کو سن کر کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے گا۔ کیوں صاحب پہلی سو کوٹھیوں میں کچھ نقص تھا ہر شخص جا نتا ہے۔ کہ اکمال یا تکمیل کے مفہوم میں نسبت الی الغیر داخل نہیں ہوتی۔ بلکہ فی نفسہ اس کا مکمل ہونا مراد ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح قرآن مجید کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا دین خدا ن مکمل کردیا۔ یعنی جن چیزوں کی ان کو بحیثیت مذہب ضرورت تھی ان کے متعلق ان کو احکام بتادیئے گئے از قسم عقائد ہوں یا از قسم اعمال۔ اب ہمارے بیان کے متعلق ادبی شہادت سنئے۔ عرب جاہلیت کا مشہور شاعر طرفہ بکری معلقہ ثانیہ میں اپنی ناقہ کی تعریف میں کہتا ہے۔

لھا فخذان اکمل النھض فیھا کانھا بابا منیف مصرد

میری اونٹنی کی ہر دو رانیں ایسی ہیں۔ کہ ان میں گوشت مکملل بھرا ہوا ہے۔ گویا وہ کسی بڑی حویلی کے دروازہ کے دو بازو ہیں۔ اس شعر میں میری نظر لفظ اکمل پر ہے۔ جس کے ساتھ شاعر اپنی ناقہ کی تعریف کرتا ہے۔ یعنی بتاتا ہے کہ میری ناقہ کی رانوں میں گوشت مکمل طور پر بھرا ہوا ہے۔ کوئی شخص اس سے یہ نہیں سمجھے گا۔ کے کسی اور اونٹنی میں یہ وصف نہین ہے۔ چاہے واقعہ میں نہ ہو۔ ٹھیک اسی طرح آیت کریمہ کے معنی میں یہ مفہوم داخل نہیں ہے۔ کہ غیر اسلام ادیان میں نقص ہے۔ چاہے واقعہ میں ہو۔ مگر آیت اس مفہوم کی مستلزم نہیں بلکہ اس کا مطلب وہی ہے۔ جو ہم بتا آئے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو جن چیزوں کی ضرورت تھی۔ وہ ہم (خدا) ے پوری کردی ہے۔ اس دعوے کا ثبوت ہم قرآن مجید سے پش کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی تعلیم نئی نہیں ہے۔ مندرجہ زیل آیات ملاحظہ ہوں۔

1۔ قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّ‌سُلِ ﴿٩﴾ سورة الأحقاف

2۔ مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّ‌سُلِ مِن قَبْلِكَ ﴿٤٣﴾ سورة فصلت

3۔ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّـهَ ﴿١٣١﴾ سورة النساء

4۔ وَمَا أُمِرُ‌وا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّـهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ﴿٥﴾ سورة البينة

''ترجمہ۔ 1۔ ''آپ ﷺ اے رسول خدا لوگوں کو کہہ دیجئے کہ میں نیا رسول نہیں ہوں۔ رسول مجھ سے پہلے بھی آتے رہے۔''

2۔ ''اے رسول ﷺ! آپ کو خدا کی طرف سے وہی بات کہی جاتی ہے۔ جو پہلے نبیوں کو کہی گئی۔''

3۔ ''ہم نے تم (مسلمانوں) کو اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی یہی حکم دیا تھا۔ کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔''

4۔ ''ان اہل کتاب کو بزبان رسالت محمدیہ ﷺ یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں۔ اخلاص نیت سے اس کی طرف جھک کر اور نماز قائم کریں اور ذکواۃ دیتے رہیں یہی پختہ دین ہے۔''

یہ آیت بصراحت بتاتی ہے کہ بے شک قرآن مجیدنئے احکام لے کر نہیں آیا۔ بلکہ وہی احکام ہیں جو سابقین انبیاء کرام کو وقتاً فوقتاً ملتے رہے۔ اب سوال یہ ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید کی نئی شکل میں آنے کی ضرورت کیا ہے۔ اس اعتراض میں عیسائی بھی بہائیہ کے ساتھ مل جایئں گے۔ بلکہ یہود بھی۔ اس کا جواب ہم دینے کو حاضر ہیں۔ مگر بہائیہ خود سوچ لیں کہ شیخ بہاء اللہ کے دعوے سے پہلے وہ بھی ہمارے ساتھ بوریہ نشین تھے۔ اس لئے اس اعتراض کے پیدا کرنے والے نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہمارے ساتھ مورداعتراض ہوں گے۔ پس ان کو اپنی پوزیشن سمجھ کر عیسایئوں کی تایئد حاصل کرنی چاہیے۔

اس کا جواب قرآن مجید نے دیا ہے۔ پس وہی کافی ہے۔ وہ جواب سننے سے پہلے مدعیان کے حالات سننے جایئں۔ جو خود قرآن مجید میں موجود ہیں۔ توحید کی بجائے تثلیث اختیار کی گئی۔ بزرگان دین حضرت عزیرؑ وغیرہ کو خدا کا شریک بنایا گیا۔ مریمؑ کو ملکہ آسمانی اور مسیحؑ کو ابن اللہ کہا گیا۔ ہر قسم کے بدعات مذہب میں داخل کئے گئے۔ صحف مقدسہ میں تحریف و تبدیل کی گئی۔ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ اس کا اظہار کر رہا ہے۔ بناوٹ مسئلے لکھ کر آسمانی حکم بتائے جاتے تھے۔ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ

بعض باتیں ظاہر کی جاتیں اور بہت سی چھپائی جاتیں۔ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے عقائد مخصوصہ سے نظر اٹھا بھی کی جائے تو اس سے نظر نہیں اٹھ سکتی۔ کہ ان دونوں گرہوں کی مسلمہ الہامیہ کتب میں بھی فرق ہے۔ جو صاحب اس فرق سے واقف نہ ہوں۔ وہ دفتر اہل حدیث میں تشریف لا کر ملاحظہ کر جایئں۔(حیف در چشم زون۔ صحبت یار آخر شد۔ آہ شرم اہ۔۔۔۔ راز)

مختصر یہ ہے کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ اپنے کتب مطہرہ سے بہت دور جا پڑے تھے۔ اور کبھی راہ راست پر نہیں آسکتے تھے۔ جب تک قوت قدسیہ والی ذات کوئی آکر نہ سمجھائے۔ وہ قوت قدسیہ والی ذات ستو وہ صفات صحف مطہرہ کے مضامین کو الہامی شکل میں بیان کرے تب کہیں جا کر یہ قومیں ہدایت یاب ہوں گی۔ ہمارے اس بیان کا ثبوت قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کریمہ سے ملتا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿٢﴾ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ سورة البينة

یہ آیت بہت سی مشکلات کا حل اپنے اندر رکھتی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ سابقہ کتاب والے اور مشرک اپنے خیالی مذہب سے نہ سنتے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس بینہ۔ یعنی اللہ کا رسول ﷺ آجائے۔ جو الہامی فرشتے ان کو پڑھ کر سناتے۔ جن میں مظبوط مسائل جو انسانی دست بردے محفوظ ہوں۔ اس آیت میں رسول اللہ کو البینہ کا خطاب دیا گیا ہے۔ البینہ مثبت دعویٰ کرتے ہیں۔ یعنی شہادت حقہ سے بتایا گیا ہے۔ کہ اہل کتاب مشرک اور یہود اپنی ضد سے کبھی نہ ہٹ سکتے۔ کسی پادری یا عالم کا کہنا ان پر اثر نہیں کر سکتا تھا۔ جب تک قوت قدسیہ والا رسول آکر ان کو نہ سمجھائے۔

مثال

کسی کالج کی بی اے اور ایم اے کی جماعت اس قدر کمزور ہو کہ امتحان میں جانے کے لائق نہ سمجھی جائے۔ منتظمین کالج کی درخواست پر یونیورسٹی کی طرف سے کوئی ایسا تجربہ کار پرنسپل بھیجا جائے۔ جو اس جماعت کو اچھی طرح تربیت دے کر امتحان میں کامیاب کرادے۔ تو کون کہے گا کہ اس پرنسپل کا آنا بیکار ہے۔ نہیں ہر گز نہیں۔ بلکہ طلباء کی خستہ حالی اور نالائقی مقتضی ہے کہ کوئی لائق پروفیسر یا پرنسپل آئے۔ اور ان کی اصلاح کرے۔

ٹھیک اسی طرح یہود ونصاریٰ اور مشرکین عرب وغیر ہم بحکم آیت موصوفہ کبھی ٹھیک نہ ہوئے۔ جب تک کہ رسول البینہ ان کے پاس نہ آئے۔ یہ آیت جہاں اہل کتاب کی خستہ حالی بتاتی ہے۔ قرآن اور رسول ﷺ۔ قرآن کی تشریف آوری کی ضرورت بھی ثابت کرتی ہے۔

بس۔ قرآن مجید اور رسول کریم ﷺ نے آکر جو کام کیا۔ اس کا خلاصہ یہی ہے کہ کل انبیاء کی تعلیم کو سھترا اور صاف کر کے الہامی شکل میں دنیا میں پیش کیا۔ جب وہ الہامی شکل میں آگیا۔ تو ارشاد ہوا۔

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ٣ سورة الأعراف

''تم اس کلام کی پیروی کرو۔ جوخدا کی طرف سے تمہاری طرف اترا ہے۔ اوراس کے سوا کسی دوسرے یار دوست کی مت سنو۔''

ہماری گزشتہ تقریر سے کئی ایک باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول دین محمدی مکمل ہے۔ دوم دین محمدی ﷺ انبیائے کرام کی اصل تعلیم کا مجموعہ ہے سوم۔ جو کچھ خرابیاں اہل کتاب نے دین میں پیدا کی تھیں۔ اسلام نے دین الٰہیٰ سے ان کو پاک صاف کردیا۔ اوران خرابیوں کوان کے بانیوں کی طرف منسوب کرکے اپنے مخاطبوں کو فرمایا۔

وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ٧٧ سورة المائدة

''تم ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے مت چلو۔ جو تم سے پہلے گمراہ ہوئے۔ اورانھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا۔ اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے۔''

نوٹ

یہاں تک تو ہم نے ادیان سابقہ کو مکمل تسلیم کیا۔ اب ہم اس بات کا بھی ثبوت رکھتے ہیں۔ کہ ادیان سابقہ اسلام جیسے مکمل نہیں ہیں۔ اسلام

کیا جانے تجھ میں کیا ہے کہ لوٹے ہے تجھ پہ جی

یوں اورکیا جہاں میں کوئی حسین نہیں

قرآن مجید کتب سابقہ کی نسبت واقعی ایک مکمل کتاب ہے۔ پہلے ہم اس کی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ ''ہم نے ایک مکان بنایا جس کی حالت یہ ہے۔ کہ اس کی چار دیواری پر صرف چھت ڈالدی اور کواڑ لگادیئے۔ نہ دیواروں پر پلستر کرایا اور نہ سفیدی کرائی نہ پانی اور روشنی کا انتظام کیا بلکہ محض سکونت کے قابل بنادیا۔ جس میں گرمی سردی سے حفاظت تو کافی ہوسکتی ہے۔ مگر ضروریات زندگی کا انتظام مکمل نہیں کیا گیا۔ اس کے مقابلے میں ہم نے ایک اور مکان بنایا۔ جس میں ان ضروریات کو ملحوظ رکھ کر انتظام مکمل کردیا۔ یہ دوسرا مکان پہلے مکان کی نسبت بے شک اکمل ہے۔ اس مثال کی روشنی میں بے شک ہم بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کتب سابقہ کی نسبت بلاشبہ اکمل ہے۔ یعنی اس میں کچھ امزیت ہے۔ جو کتب سابقہ میں نہیں ہے۔ پس ناظرین کرام خصوصاً بہائی معترضین توجہ سے سنیں۔

نوٹ

عیسائیوں نے قرآن مجید کے مقابلے میں کتب سابقہ سے مضامین پیش کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ کہ جو کچھ قرآن میں ہے۔ وہ سارے کا سارا ہماری کتب مقدسہ میں موجود ہے۔ مختاور جانفشانی میں انھوں نے یہاں تک ترقی کی کہ انبیاء کرام کے صحف کے علاوہ مسیحؑ کے حواریوں کے معلوی تبلیغی خطوط کو بھی صحف انبیاء میں شامل کرلیا۔ جن کو اہل اسلام صحف انبیاء میں داخل نہیں سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں غیر نبی کی کوئی تبلیغی تحریر نبی کی الہامی تحریر کے برابر نہیں ہوتی۔ مثلاً مکتوبات مجدد صاحب الف ثانی کو وہ قرآن کی طرح ان کو الہامی نہیں مانتے۔ اور نہ مان سکتے ہیں۔ عیسائی لوگ اگر پولوس اورپطرس وغیرہ کے خطوط کو صحف مقدسہ میں شامل سمجھیں توان کو اختیار ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کو ازروئے قرآن اس کا قائل نہیں کرسکتے کیونکہ قرآن مجید ہمیں ان صحف کو ماننے کا حکم دیتا ہے۔ جن پر یہ آیت صادق آتی ہے وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ ۔

ارخائے عنان

باوجوداس کے کہ ہم کہنے میں باک نہیں سمجھتے کہ عیسائی اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوئے۔ قرآن مجید بزبان حال ان کو للکار کر کہتا ہے۔ کہ میرے مقابلے پر اپنی جنگجو فوج کے

علاوہ ریزروفوج بلکہ زنگروٹ بھی لے آ ئو۔ تو بھی مقابلہ میں میں ہی غالبر رہوں گا۔ کیوں۔

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آگئی بھید مجنوں دیکھ کر انگڑایئاں لینے لگا

تفصیلی جواب

دین یا مذہب کی تعلیم کے چار حصے ہوسکتے ہیں۔

1۔ خدا کی ذات کے متعلق عقیدہ صحیحہ کی تعلیم جو اس کی شان الوہیت کے لائق ہو اور نبوت و رسالت کے متعلق اس حسن اعتقاد کی تعلیم کہ حضرات انبیاء کرام ہر حیثیت سے عام انسانی افراد سے برتر و ممتاز ہوتے ہیں۔

2۔ عبادت الہی کے متعلق تعلیم 3۔ اخلاق فاضلہ کی تعلیم۔ 4۔ قیامت یا جزا سزا کی ضرورت اور اثبات۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن مجیدان چاروں حصوں کی تکمیل نہایت عمدہ پیرایہ میں بڑی وضاحت سے کی ہے۔ جو کتب سابقہ میں نہیں ملتی۔ اس کی تفصیل بہت طوالت چاہتی ہے۔ ہم بطور نمونہ ایک ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ خدا کی ذات وصفات کے متعلق بائبل نے بہت کچھ بتایا ہے۔ اس وقت ہم بائبل سے دو مچالیں پش کرتے ہیں۔

1۔چھ دن میں خداوند نے آسمان اورزمین کو پیدا کیا۔ اور ساتویں دن آرام کیا اورتازہ دم ہوا۔ (خروج باب 31۔ فقرہ 17)

یہ فقرہ صاف بتارہاہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین بنا کر تھک گیا۔ اس لئے اس نے ساتویں دن آرام کیا۔ اورتازہ دم ہوا۔ قرآن مجید نے اس اصلاحی یا تکمیلان آیات میں فرمائی۔

1۔ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ٣٣ سورة الأحقاف

''کیا ان لوگوں نے یہ نہیں سمجھا کہ وہی اللہ جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اوراانکے پیدا کرنے سے تھکا نہیں اس پ بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے۔''

2۔ آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ ٣٨ سورة ق

''یقیناً ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ اس کو چھ دن میں پیدا کیا۔ اور ہم کو کوئی تکان محسوس نہیں ہوئی۔'' یہ دونوں آیتیں دراصل بائبل کی اس کمی تکمیل کے واسطے نازل ہوئیں۔ جو عبارت منقولہ پائی جاتی ہے۔ ناظرین زرا غور کریں۔ خدا کے حق میں تازہ دم ہونے کا زکر تھک جانے کی طرح ہے۔ اور تھک جانا ضعف قوی پر دلالت کرتا ہے۔ جو خدا کی شان کے شایاں نہیں۔ اس لئے قرآن مجید نے ھ اس نقص کو رفع کر کے پایا تکمیل کا فرض ادا کردیا۔

دوسری مثال

خدا کی شان کے متعلق بائیبل میں لکھا ہے کہ میں (خدا) باپوں کے گناہوں کا ان کے فرزندوں سے تیسری چوتھی پشت تک بدلہ لیتا ہوں۔ (خروج باب34فقرہ716)

یہ حوالہ خدا کے عدل وانصاف پر سخت دھبہ ہے۔ کے باپ کے گناہوں کی سزا اس کی تیسری چوتھی پشتوں کو جو بے گناہ ہیں دی جاتی ہے۔ اس کی اصلاح کےلئے قرآن مجید میں کئی آیات آئی ہیں۔ ان سب کا مفہوم اس آیت میں آجاتا ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ٧ سورة الزمر ''کسی کا گناہ دوسرے پر نہیں پڑے گا۔'' یہ دو مثالیں بڑی وضاحت کے ساتھ بتارہی ہیں۔ کہ خداوند قدوس کا جو تصور قرآن مجید نے کرایا ہے۔ وہ اس تصور کی نسبت جو بائبل نے کرایا ہے اعلیٰ واکمل ہے۔

کی طرف جو واقعات بائبل نے منسوب کئے ہیں۔ اس کا نمونہ صرف حضرت لوطؑ کے قصے سے ملتا ہے۔ کہ آپ نے شراب پی کر اپنی بیٹیوں کو بار آور کیا (معاذاللہ) (کتاب پیدائش 19تا30)

دنیا میں اس فعل قبیح کی ایسی مثال کوئی نہ ملے گی۔ قرآن مجید نے حضرات انبیاء کرام کی شان میں فرمایا۔

1۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۔ ٩٠ سورة الأنعام ''یہ انبیاء کرام وہی لوگ ہیں۔ جن کو اللہ نے راستہ دیکھایا۔ پس اے رسول ﷺ تم بھی انہی کے راستے پر چلو۔''

2۔ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ٤٦ سورة ص

وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ٤٧ سورة ص

''ہم نے ان کو عاقبت کی یاد کے واسطے خالص کرلیا تھا۔ اور وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ اور نیک بندے تھے۔''

عبادت کے متعلق بائبل میں بے شک احکام ملتے ہیں۔ مگر عبادت کس طرح کی جائے اور کن اوقات میں کی جائے۔ اور اس کے داخلی اور خارجی شرائط کیا ہیں۔ ان باتوں کا کوئی زکر نہیں۔ ہاں اتنا ملتا ہے کہ خداوند کے نام کی مدح کرو۔ اے خداوند کے بندو اس کی ستائش کرو (ذبور113) ہاں یہ بھی زکر ہے کہ خداوندی کی ستائش کرنا اور اس کے نام کی ستائش کے گیت گانا اے حق تعالیٰ بھلا ہے۔ صبح کو تیری شفقت کا اور رات کو تیری امانتداری کا تذکرہ کرنا (زبور91) قرآن مجید نے عام طور پر امیر غریب سب کو نماز روزے کا حکم دیا ہے۔ اور روزہ رکھنے کےلئے رمضان کا مہینہ مقرر کیا ہے۔ اور صبح کی سفید دھاری سے لے کر رات کی سیاہی نمودار ہونے تک اس کا ظرف زماں (وقت) ٹھیرا دیا۔ ارشاد ہے۔ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ

''نماز کےلئے بھی دن رات میں پانچ اوقات مقررہ فرمادیئے۔'' صبح وشام اور عشاء کی نمازوں کے اوقات کے متعلق فرمایا۔ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ

''نماز ظہر کےلئے سورج ڈھلنے کا وقت مقرر کردیا۔ ''أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ'' نماز عصر کے وقت اس آیت میں معین فرمایا۔''

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ

''یعنی پانچ نمازوں کی خصوصاً درمیانی نماز کی حفاظت کیا کرو۔'' اس لئے حج کےلئے بھی وقت مقرر کردیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ حج کے مہینے معلوم ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس ذکواۃ کی تفصیل بھی بتادی۔ ارشاد ہے۔ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ

یہ سب کچھ اصلاح وتکمیل کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔

4۔ اخلاقی حیثیت سے وہ فعل ایسے برے ہیں۔ جو تمدن کو خراب کردیتے ہیں۔ 1۔ زنا۔ چوری۔ ڈکیتی۔ زنا کی بابت حضرت مسیحؑ کا قول ہے۔ ''تم سن چکے ہو کہ پہلے لوگوں سے کہا گیا تھا۔ کہ زنا نہ کرو۔ مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بڑی خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی۔ وہ اپنے دل میں اس سے زنا کرچکا۔ پس اگر تیری دہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلادے۔ تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے۔ کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے۔ کہ تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔ (متی 5۔27) بہت اچھی تعلیم ہے۔ مگر قرآن نے اس کی تکمیل کرنے کو زنا کی سزا بھی مقرر فرمائی چنانچہ ارشاد ہے۔ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۔ ''زانی مرد ہو یا عورت ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔'' یہ حکم مسیحی ارشاد کی تکمیل ہے۔ یعنی مسیحی ارشاد محض واعظانہ رنگ میں ہے۔ مگر قرآن مجید نے اسکو بغرض تکمیل تعزیر کی شکل میں پش کیا۔ جنا ب مسیحؑ کے کلام

میں بھی سزا کا ذکر ہے۔ مگر یہ سزا فاعل (ذاتی) کے اپنے اختیار میں ہے چاہے وہ اسکو اپنے اوپر جاری کرے یا نہ کرے۔ مگر قرآنی سزا حکومت کا فعل ہے۔ جسکا نفاذ یقینی ہے۔ بس یہی تکمیل ہے تمدن کے لئے۔ دوسرا برا فعل چوری اور ڈکیتی ہے ان کی سزائیں بھی قرآن مجید میں صراحتاً مذکور ہیں آیات زیل ملاحظہ ہوں۔

1۔ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا ۔ ۳۸ سورة المائدة

''چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔''

2۔ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۔ ۳۳ سورة المائدة

''اس کے سوا کیا جزا ہے۔ ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ کہ وہ قتل کردیئے جایئں۔ یا ان کے ہاتھ اور پاؤں ایک دوسرے کے مخالف کاٹ دیئے جایئں۔ یا وہ اپنے ملک سے جلا وطن کردیئے جایئں۔''

چوتھی مثال

قیامت یا روز جزا کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ بائبل میں قیامت کے متعلق صرف اتنا ذکر ملتا ہے۔ کہ نرسنگھے کی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا۔ جو اس کے برگزیدوں کو چاروں طرفسے آسمان کے ایک سرے سے اس سرے تک جمع کردیں گے۔ (متی 24۔31)

قرآن مجید نے جس تفصیل کے ساتھ قیامت کا ذکر کیا ہے۔ بائبل میں اس کا عشر عشیرہ بھی نہیں۔ قرآن مجید نے ہر ایک واقعے کی تفصیل بتائی اور جنت اوردوزخ کا مفصل زکر کیا۔ جو قرآن دانوں سے مخفی نہیں ہے۔ پس مختصر یہ ہے کہ قرآن مجید کتب سابقہ کی نسبت ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ دین اسلام کی مزید تکمیل و تفصیل اس کے مبلغ اول علیہ اسلام نے اپنی سیرت پاک سے پاک کردی۔ اس لئے ہمارا یہ دعویٰ ناقابل تردید ہے۔

مگر مصور صورت آں دلربا خواہد کشید حیرتے وارم کی نازش راچساں خواہد کشید

توقع ہے بہائیہ کا دعویٰ ہے۔ کہ قرن مجید باوجود وحی الہی ہونے کے کتاب اقدس کے زریعے منسوخ ہے۔ اس لئے ہم منتظر ہیں کہ وہ قرآن مجید کے مقابلے میں اقدس کی تعلیم کی برتری ثابت کریں۔ اگر ایسا نہیں کرسکتے تو دعویٰ نسخ کو واپس لیں۔

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمایئں تو تیر آزما ہم جگر آزمایئں

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد 01 ص 397-408

محدث فتویٰ